جہات

قضیہ بابری مسجد و بھارتی سیکولرزم

جس وقت دو قومی نظریے کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم کا مسئلہ زیر بحث تھا ہندو قوم کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر بانیٔ پاکستان قائد اعظم نے ستمبر ۱۹۴۴ء میں گاندھی کے نام ایک خط تحریر فرمایا اور اس میں لکھا:

'We maintained and hold that Muslims and Hindus are two major Nations by any definition or test of a nation. We are a nation of a hundred million, and what is more, we are a nation with our own distinctive culture and civilisation, language and literature, art and architecture, names and nomenclature, sense of value and proportion, legal laws and moral codes, customs and calender, history and traditions, aptitudes, and embitions. In short, we have our own distinctive outlook on life and of life. By all canons of international law we are a nation.'

ہمارا یہ عقیدہ ہے اور ہم اس پر قائم ہیں کہ قومیت کی کسی بھی تعریف و معیار کی رو سے مسلمان اور ہندو دو (علیحدہ علیحدہ) بڑی قومیں ہیں۔ ہماری قوم دس کروڑ افراد کی قوم ہے۔ مزید برآں یہ کہ ہم اپنے مخصوص تمدن و تہذیب، زبان و ادب، فنون لطیفہ و تعمیرات، اسماء و اصطلاحات، تخیل اقدار و تناسب، عدالتی قوانین و اخلاقی ضوابط، رسوم و رواج، سنین و تواریخ، روایات و عقائد، میلانات و عزائم غرضیکہ ہر اعتبار سے ہمارا ایک جداگانہ تصورِ حیات ہے لہٰذا بین الاقوامی قانون کے تمام اصولوں کے مطابق ہم ایک مستقل بالذات قوم ہیں۔

اس وقت قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے حامیوں کو تنگ نظر تنگدل اور فرقہ پرست ہونے کے طعنے دیے گئے اور ساری دنیا میں شور مچایا گیا کہ یہ لوگ اس ترقی یافتہ دور میں مذہب کی بنیاد

پر ایک مملکت تعمیر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ مذہب بقول ان کے صرف چند فرسودہ روایات اور رسم و رواج کا نام ہے لیکن قائد اعظم مذکورہ بالا بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم پر ڈٹے رہے اور بلا خوف لومۃ لائم تقسیم ہند کا مطالبہ کرتے رہے۔ اس وقت قائد اعظم نے جو کٹھی لڑائی لڑی اور بیک وقت برطانوی سامراج برہمنی سامراج اور خود مسلمانوں کے بعض طبقات کو شکست دیکر پاکستان کا نظریہ منوایا اور ایک نئی مملکت اسلام کے نام پر قائم ہوئی۔ بھارت نے اپنی بنیاد سیکولرزم پر رکھی اور پاکستان نے مسلم قومیت پر۔ اس نظریے کا بڑا مذاق اڑایا گیا لیکن آج پینتالیس برس گزر جانے کے بعد دنیا کو اندازہ ہو رہا ہے کہ ہندو قوم کتنی تنگدل اور تنگ نظر ہے ان پینتالیس برسوں میں ہندوستان میں تقریباً آٹھ ہزار فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں جن میں ہزاروں مسلمان محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیے گئے ان کی املاک جلائی گئیں اور بستیوں کی بستیاں خاک کے ڈھیر میں بدل دی گئیں معاش کے راستے مسلمانوں پر بند ہیں اور سیکولرزم کے بلند بانگ دعوؤں کے علی الرغم فرقہ واریت اور فرقہ پرستی کا کھلے عام پرچار ہو رہا ہے۔ حالانکہ اسی برصغیر پر مسلمان حکمرانوں نے تقریباً آٹھ سو برس تک پرشکوہ حکومت کی اور اسلام کے تابندہ اصولوں کے تحت غیر مسلم رعایا کے ساتھ انتہائی فراخدلی کا برتاؤ کیا۔ مذہبی معاملات میں ان سے رواداری برتی معاشرت میں ان سے مساویانہ سلوک کیا اور انہوں نے اس بات کی کبھی کوشش نہیں کی کہ غیر مسلموں کی تہذیبی روایات کو مسخ کریں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہندوؤں کے ان طبقات نے جو ذات پات کے بندھنوں کی بدولت انتہائی ذلت کی زندگی گزار رہے تھے، اسلام کی آغوشِ رحمت میں پناہ لی اور مسلمان صوفیہ اور علماء کے کردار و افکار سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مسلمان حکمرانوں نے غیر مسلموں پر کسی قسم کا جبر نہیں کیا اور نہ کسی غیر مسلم جماعت کو اپنے مذہبی فرائض کی انجام دہی سے روکا۔ انہوں نے نہ صرف ہندوؤں بلکہ پارسیوں اور گوتم بدھ کے ماننے والوں کی عبادت گاہوں کی بھی حفاظت کی۔ انہوں نے غیر مسلموں کے معابد کے لیے جاگیریں وقف کیں اور ان کا اہتمام و انصرام بھی انہی لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیا۔ مسلمان حکمرانوں کے یہ اقدامات کسی وقتی جذبے یا سیاسی بازی گری کے تحت نہیں تھے بلکہ قرآن کریم کی تعلیم ہی یہ ہے کہ دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہ کیا جائے۔ البتہ حق و باطل کی نشاندہی کر دی جائے اور فیصلہ انسان کے اپنے ضمیر پر چھوڑ دیا جائے اگر وہ برضا و رغبت بلا جبر و اکراہ اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لینا چاہے تو خوش دلی سے اس کا استقبال کیا جائے اور اگر وہ مسلمانوں کی حکومت میں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنا چاہے تو اسے

پوری آزادی اور رواداری کے ساتھ اپنے طور پر زندگی گزارنے کا موقعہ فراہم کیا جائے۔ اس حقیقت کا اعتراف خود بھارت کے سابق صدر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب INDIA DEVIDED میں ان الفاظ میں کیا ہے :

"مسلم فاتحوں کا طرزِ عمل بحیثیت مجموعی رواداری کا آئینہ دار تھا"

ذرا مذکورہ بالا رویوں اور حقیقتوں کو پیش نظر رکھیں اور اس وقت بھارت میں بابری مسجد کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کا جائزہ لیں بھارت کے صوبہ اتر پردیش میں مسلمانوں کا آباد کردہ ایک شہر فیض آباد نامی ہے۔ فیض آباد سے متصل دو میل لمبا اور پون میل چوڑا ایک چھوٹا سا شہر اجودھیا ہے۔ یہ شہر رام چندر جی کے والد راجہ دسرت کے زمانے میں آباد تھا۔ ایک روایت کے مطابق ۱۴۲۶ ق۔م میں ہونے والی بڑی جنگ کے نتیجے میں اجودھیا شہر بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ راجہ بکرماجیت نے ۵۷ق۔م میں اجودھیا کے ویران کھنڈروں پر اس کی دوبارہ بنیاد ڈالی اور اس نئی آبادی میں تین سو ساٹھ مندر بنوائے۔ رام جنم ستھان وہ جگہ ہے جہاں رام چندر جی پیدا ہوئے اور وفات کے بعد سورگ دوار جگہ پر انہیں سپرد آتش کیا گیا۔ ترکیہ ٹھاکب اسے کہتے ہیں جہاں رام چندر جی نے دیوتاؤں کے نام پر قربانی چڑھائی اور بعد میں اپنی اور اپنی بیوی سیتا جی کی مورتیاں رکھوائیں۔ تزک بابری (مترجم لیڈن) میں لکھا ہے کہ ظہیر الدین بابر نے ۱۵۲۸ء کو سرجو ندی اور گھاگرہ دریا کے سنگم پر اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈالا جو شہر اجودھیا سے تین چار کوس کے فاصلے پر تھا۔ بابر کی مسجد ۱۵۲۸ء بمطابق ۹۳۵ھ میں بنی اس میں ایک منقش پتھر ہے جس کے کتبے میں اس کی شان و شوکت کا اظہار کیا گیا ہے۔ رام جنم ستھان بابری مسجد سے کئی سو قدم کے فاصلے پر ہے الیگزنڈر کننگھم برصغیر کے آثارِ قدیمہ کا بڑا ماہر اور محقق مانا جاتا ہے۔ اُس نے اپنی رپورٹ میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ رام چندر کے جنم ستھان کو مسمار کر کے شہنشاہ بابر نے مسجد تعمیر کرائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی سامراج نے عمداً بابری مسجد اور رام جنم ستھان کا فتنہ کھڑا کیا تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک مستقل فساد کھڑا رہے۔ چنانچہ ۱۸۷۷ء میں ضلع فیض آباد کا جو ڈسٹرکٹ گزیٹیر مرتب ہو کر طبع ہوا اس میں یہ مواد داخل کیا گیا۔ گزیٹیر میں لکھا ہے :

"کہ لوگ زبانی بیان کرتے ہیں کہ اجودھیا مسلمان فاتحین سے قبل ایک ویران جگہ تھی

یہاں تین مندر تھے ان میں چند پجاری تھے ایک مندر رام جنم ستھان دوسرا سور دوار اور تیسرا اتر تیا ٹھاکر۔ رام جنم ستھان مندر کو شہنشاہ بابر نے مسجد بنوائی جس پر سن تعمیر ۱۵۲۸ء لکھا ہے مسلمانوں کا اصول ہے کہ جب وہ کسی قوم کو مغلوب کرتے ہیں تو اس پر اپنا مذہب نافذ کرتے ہیں"

قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ الیگزنڈر کننگھم جیسا ماہر اور محقق اپنی رپورٹ میں کہیں نہیں لکھا کہ رام چندر کے جنم ستھان کو مسمار کرکے بابر نے مسجد تعمیر کرائی جو بابری مسجد کے نام سے مشہور ہے لیکن ضلع فیض آباد کے ڈسٹرکٹ گزیٹئر کا مرتب محض لوگوں کے زبانی بیان کی بنیاد پر بے دھڑک لکھ دیتا ہے کہ رام جنم ستھان مندر پر شہنشاہ بابر نے مسجد بنوائی۔ ایسا لگتا ہے کہ گزیٹئر کے مرتب کو خود اس بات کا یقین نہ تھا اور محض سنی سنائی من گھڑت بات لکھ کر اس نے دانستہ شر پیدا کرنا چاہا تاکہ بابری مسجد کا قضیہ ہمیشہ ہندو مسلم فسادات اور باہمی منافرت کا ذریعہ بنا رہے۔

اجودھیا صرف ہندوؤں کے لیے ہی مقدس نہیں بلکہ مسلمان بھی اجودھیا سے لگاؤ رکھتے ہیں کیونکہ پرانی روایات کے مطابق حضرت آدمؑ کے صاحبزادے حضرت شیث علیہ السلام کی قبر بھی اجودھیا میں ہے بلکہ روایات میں یہاں تک ہے کہ اجودھیا میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت ہند ابن نوح، حضرت ایوب علیہما السلام اور ان کے علاوہ بھی کثیر اولیاء اللہ رحمہم اللہ اجودھیا میں آسودۂ خواب ہیں۔ بابری مسجد پر اس وقت بھی جو کتبہ نصب ہے اور جس سے اس کی تاریخ تعمیر ہوتی ہے یہ ہے۔

بفرمود شاہ بابر کہ عدلش
بنائیست تا کاخ گردوں ملاقی
بنا کرد این مہبط قدسیاں را
امیر سعادت نشان میر باقی
بود خیر باقی و سال بنائش
عیاں شد چوں گفتم بود خیر باقی
۹۳۵ھ

مذکورہ بالا تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہندوؤں کا یہ کہنا کہ بابری مسجد رام جنم ستھان پر بنائی گئی ہے، غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۵ء سے لے کر ۱۸۸۵ء تک بابری مسجد کے سلسلے میں جتنے مقدمات چلے سب میں بابری مسجد کو مسجد ہی مانا گیا۔ ۱۹۵۰ء میں بابری مسجد کی حق ملکیت کا مقدمہ دائر ہوا اور عدالت نے انجنکشن (Injunction) جاری کیا ہنوز مقدمے کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اور مسٹر اڈوانی کے اعلان پر ہزاروں ہندو سیلاب کی طرح امڈ امڈ کر آرہے ہیں کہ بابری مسجد کو شہید کر کے اس پر رام جنم ستھان مندر تعمیر کیا جائے نیز مسٹر وی پی سنگھ سابق وزیر اعظم بھارت نے اڈوانی کے ناجائز مطالبے کو تسلیم نہیں کیا اور انہیں حکومت سے ہاتھ دھونے پڑے۔ چندر شیکھر کی حکومت کو بھی انہی مشکلات کا سامنا ہے۔ یو۔ پی اور اندھرا پردیش کے اکثر شہروں میں ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہیں اور کرفیو لگا ہوا ہے اخباری اطلاعات کے مطابق حیدر آباد شہر میں مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے ہیں کرفیو کے باوجود مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے سینکڑوں اور ہزاروں مکانات اور دوکانیں (جو مسلمانوں کی ہیں) کرفیو کے دوران جلائی جارہی ہیں اس کے باوجود بھارت گورنمنٹ خود کو سیکولر گورنمنٹ کہتے ہوئے شرماتی نہیں۔

پاکستان تو ایک اسلامی ملک ہے اور یہاں کی حکومت مسلم حکومت ہے لیکن جسے دیکھنا ہو یہاں آکر دیکھ لے کہ بھارتی ہندوؤں کی ان خون آشامیوں کے باوجود پاکستان میں اقلیتیں اور ان کے معابد کس قدر محفوظ اور آزاد ہیں ڈھونگ رچانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا ہندو قوم ایک تنگدل اور تنگ نظر قوم ہے۔ یہ قوم باوجود تمام تر ترقیات اور قانون سازی کے ابھی تک ذات پات کے بندھنوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکی اور نیچ ذات سے تعلق رکھنے والے تقریباً نو کروڑ ہندو ہندو ہونے کے باوجود ذلت و رسوائی کے شکار ہیں۔ مسٹر وی پی سنگھ نے ملازمتوں میں ان کا کوٹہ مقرر کرنے کی کوشش کی تو ان کا جو حشر ہوا سو ہوا نیچی ذات کے ہندوؤں پر قیامت ٹوٹ پڑی حالانکہ نیچی ذات کے ہندو بھی تو آخر ہندو ہیں۔ صدیوں نہیں بلکہ ہزاروں برس سے پست طبقات کے یہ ہندو جانوروں کی سی زندگی گزارتے ہیں مدراس میں تو عالم یہ ہے کہ اگر کسی اچھوت کا سایہ بھی کسی کنویں کی جگت

پر پڑ جائے تو کنویں کا سارا پانی نجس قرار دے دیا جاتا ہے اور اگر کوئی اچھوت بیمار ہو جائے اور اونچی ذات کا کوئی ہندو ڈاکٹر اس کو دیکھنے جائے تو چالیس قدم کے فاصلے پر مریض کے حالات سنتا ہے اور گھر واپس آنے کے بعد اسے غسل کرنا پڑتا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جس قوم کا اپنی قوم کے افراد کے ساتھ یہ سلوک ہو بھلا وہ دوسروں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیسے کر سکتی ہے؟ چہ جائیکہ مسلمانوں کے ساتھ جنہوں نے آٹھ سو برس تک ہندوؤں پر حکومت کی۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قائد اعظم واقعتاً ایک مدبرانہ نگاہ رکھتے تھے اور وہ گاندھی کی منافقت اور نیشنلزم کے جھانسوں میں نہیں آئے۔

بابری مسجد العیاذ باللہ اگر مسمار کر دی گئی اور اس کے ملبے پر رام جنم ستھان تعمیر کر دیا گیا تو سمجھ لیجئے کہ اس دن بھارت کے سیکولرزم کا جنازہ نکل جائے گا اور اس کے مکروہ چہرے سے سیکولرزم کی نقاب اتر جائے گی اور وہی دن بھارت کی تباہی اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا یوم آغاز ہو گا۔ شاید بھارت اب اس مرحلے پر پہنچ چکا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں آتش و آہن کی بارش ہو رہی ہے مشرقی پنجاب جہنم زار بنا ہوا ہے آسام میں بغاوت کھڑی ہے۔ بہت جلد بھارت کے دیگر علاقوں کے مسلمان تنگ آمد بجنگ آمد کے اسٹیج پر پہنچ جائیں گے۔ اس وقت سارا بھارت جہنم کدہ بن جائے گا اس لیے ہم حکومتِ ہند سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھارت کے متعصب ہندوؤں کے سامنے کسی قیمت پر گھٹنے نہ ٹیکے اور بابری مسجد نیز مسلمانانِ ہند کی حفاظت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔

ہم عالمِ اسلام سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بابری مسجد کی بے حرمتی اور بھارت میں بسنے والی مسلم اقلیت کے قتلِ عام کے خلاف احتجاج کرے اور اگر بھارتی حکومت ان احتجاجات کی طرف توجہ نہ کرے تو اس پر اقتصادی اور سفارتی دباؤ ڈالے۔

ہم حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ پُر زور انداز میں حکومتِ ہند سے مطالبہ کرے کہ وہ بابری مسجد اور مسلم اقلیت کے تحفظ کی ذمہ داری کو پورا کرے۔

ہمیں یقین ہے کہ مسلم امہ اور مسلم امہ کا اہم ترین رکن پاکستان اگر اپنے اثر و رسوخ
کو استعمال کرے تو انشاء اللہ بھارت میں بابری مسجد بھی محفوظ رہے گی اور مسلم اقلیت بھی۔

[illegible]